مجتہد: اوصاف وشرائط

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

چیئرمین ہجویری چیئر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اجتہاد ہمیشہ کی طرح عہد حاضر میں بھی اسلامی دنیا کا ایک اہم ترین مسئلہ اور دلچسپ موضوع بحث ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتہاد نہ صرف یہ کہ ایک شدید ترین ضرورت ہے بلکہ مسلمان قوم کی بیداری اور ترقی کا مفید ترین وسیلہ بھی ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت اس کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم سے بھی عیاں ہے۔ اس کے معنی اور مفہوم سے ہی ایک ولولہ تازہ کا پیغام اور جوش عمل کی دعوت مترشح ہوتی ہے۔ یہ بات صبر واستقامت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے اور عزم وہمت کے ساتھ جہد مسلسل کی بھی غماز ہے۔

لغت میں اجتہاد کے معنی ہیں: کسی کام میں انتہائی کوشش کرتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دینا۔ اسلامی شریعت کی اصطلاح میں اجتہاد کا مفہوم یہ ہے کہ مآخذ شرع کی روشنی میں کسی شرعی مسئلے کا حل معلوم کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اس طرح بروئے کار لانا کہ آگے مزید کوشش کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ان معانی اور اس مفہوم کا تقاضا یہ ہے کہ مجتہد یا اجتہاد واستنباط کا فریضہ انجام دینے والا ایک نہایت اہم اور مفید کام انجام دیتا ہے اس لیے اس میں کچھ شرائط اور کچھ اوصاف کا پایا جانا لازمی ہوگا تا کہ وہ اس عظیم ذمہ داری سے کماحقہ عہدہ برآ ہو سکے۔ اصل موضوع تک پہنچنے سے قبل بعض تمہیدی امور کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ان امور سے نہ صرف یہ کہ موضوع کی اہمیت عیاں ہوگی بلکہ اسے سمجھنے میں بھی بہت مدد ملے گی۔ ان تمہیدی امور میں سرفہرست وہ غلط فہمیاں ہیں جو ہمارے بعض دانشوروں کی مرہون منت ہیں۔ یہ حضرات دانستہ یا نادانستہ طور پر تخلیط وابہام کا شکار ہیں جس سے ہماری ملت کی فکری زندگی ایک گونہ ابتری اور الجھاؤ کی کیفیت سے دو چار ہے اور ذہنوں میں شک و بے اطمینانی اور اضطراب و بے چینی کا دور دورہ ہے۔ ان غلط فہمیوں میں سرفہرست یہ غلط فہمی ہے کہ ہمارے یہ پراگندہ ذہن دانشور لفظ اجتہاد کے مفہوم و معنی کو سمجھے بغیر اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہیں، وہ عموماً یہی سمجھتے ہیں کہ اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا اور اس

کا مفہوم یہ ہے کہ کس مسئلے پر آزادرائے دینااور بس یہیں سے غلطی کا آغاز ہو جاتا ہے اور اس غلط بنیاد پر جو عمارت کھڑی ہوتی ہے وہ بھی باطل اور غلط فہمیوں کا مجموعہ ہوتی ہے، حالانکہ آزادانہ رائے دینے کا تو اجتہاد سے کوئی تعلق ہی نہیں۔آپ نے اگر رائے ہی دینا ہے تو دیجیے مگر اسے اجتہاد کا نام مت دیجیے۔ اس لیے کہ نصوص شرعیہ یا شریعت کے منابع ومصادر سے آزاد ہو کر کسی مسئلے پر سوچنا اور آزادانہ رائے کی بنیاد پر فیصلہ دینا شرعی اجتہاد کے ضمن میں آتا ہی نہیں۔شرعی اجتہاد محض رائے زنی کا نام نہیں ہے بلکہ شرعی اجتہاد تو یہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ درپیش ہو جس کے بارے میں کوئی واضح شرعی حکم کتاب وسنت میں موجود نہیں تو مآخذ شریعت کی چھان پھٹک کی جائے نظائر وامثال پر غور وفکر کیا جائے اور اس طرح محنت وکوشش صرف کرنے کے بعد جو حل سامنے آئے اسے شرعی اجتہاد کہا جائے گا، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اجتہاد کا مقصد محض اپنی رائے سے کوئی آزادانہ فیصلہ کرنا ہے یا نصوص شرعیہ سے ثابت شدہ احکام کو بدلنا یا ان کی من مانی تاویل کرنا اجتہاد ہے تو آپ سخت غلطی پر ہیں۔ یہ روش تحریف وتضلیل اور ہوس پرستی تو کہلا سکتی ہے مگر شرعی اجتہاد کہلانے کی ہرگز مستحق نہیں۔

اجتہاد کے سلسلے میں دوسری غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ شاید اجتہاد جیسی ڈائنمک تحریک کچھ مدت کے لئے اسلامی زندگی کے منظر سے بالکل غائب ہوگئی تھی یا بعض منکرین نے اسے موقوف ومعطل کرنے کی جو رائے دی تھی اسے امت نے قبول کرلیا تھا جس کے بعد اجتہاد واستنباط کا عمل کسی دور میں کسی بھی سطح پر جاری نہ رہ سکا حالانکہ صورت حال یہ نہیں ہے۔گزشتہ چودہ صدیوں کے دوران اگرچہ منکرین اجتہاد کا گروہ بھی قائم رہا اور اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کے دعوی کا سلسلہ بھی جاری رہا مگر اس کے باوجود ہر دور میں کسی نہ کسی سطح پر اجتہاد واستنباط کا عمل جاری ہی رہا حتی کہ عہد غلامی کی پستیوں اور پسماندگی کے باوجود بھی مسلم علماء نے نئے دور کے تقاضوں کے مطابق تازہ مسائل کے حل کے لئے شرعی استنباط اور فتاوی کا منصب بھی سنبھالے رکھا۔سائنسی ایجادات نے جب زندگی کی روش بدل دی تو شریعت کے پاسبانوں نے امت کی صحیح رہنمائی کا سامان کرنے کا کام بھی جاری رکھا۔جب ریل اور ہوائی جہاز میں ادائے نماز کے مسائل پیدا ہوئے تو ظاہر ہے ان ایجادات کی مناسبت سے واضح حکم موجود نہ تھا مگر اشارات ونظائر موجود تھیں۔سفر میں نماز قصر، میدان جنگ میں صلوۃ الخوف اور حج کے موقع پر جمع بین الصلاتین کی نظائر کی روشنی میں اجتہاد واستنباط کی بنیاد پر فتاوی جاری کئے گئے۔خطبہ، اذان میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا سوال اٹھا تو عہد نبوت میں لوگوں تک آواز پہنچانے کے لئے

مشروعیت اذان اور منبر کی ایجاد کی نظیریں کام آئیں اور علماء نے فتوی دیا کہ لاؤڈ سپیکر سے چوں کہ مقصود نمازیوں تک آواز پہنچانا ہے تا کہ وہ فریضہ صلوۃ سہولت کے ساتھ ادا کرسکیں اس لیے اس مقصد کے لئے لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی جائز ہے۔لیکن جب سودخوری کو حلال قرار دینے اور دیگر مسلمات شرعیہ کو منہدم کرنے کی مذموم حرکت اور سعی نامشکور شروع ہوئی تو ان مسلم علماء نے اس تحریف و ہوس پرستی کو اجتہاد تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔نام نہاد روشن خیال اور ترقی پسند دانشور انہیں تنگ نظر اور رجعت پسند ہونے کا طعنہ بھی دیتے رہے اور اجتہاد کے دروازے چوپٹ کھول دینے کا دعوی بھی کرتے رہے مگر اہل علم وتقوی نے یہ مذموم تحریک کامیاب نہ ہونے دی۔ایک وقت ایسا آیا جب داخلی خلفشار اور فتنہ وفساد نے اسلامی معاشرے کو کھوکھلا کردیا تھا۔اجتہاد واستنباط کے نام پر افتراق اور گروہ بندی کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔اس کے ساتھ ہی سامراجیوں نے ضعیف وناتواں، پسماندہ اور غفلت میں اونگھتے ہوئے مسلمانوں کو دبوچ لیا تھا جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے گھبرا کر میدان عمل سے فرار کی راہ اختیار کرلی تھی۔وہ ہر شے اور ہر بات کو خوف، شک اور ہچکچاہٹ کی نظر سے دیکھتے تھے اس لیے جہاں وہ تجدید واجتہاد سے محروم و بیزار ہوگئے تھے وہاں وہ مغرب سے آنے والی ہوا کے ہر جھونکے سے بدک جاتے تھے۔انگریزی زبان تک پڑھنے کو دین سے برگشتگی کی علامت تصور کرنے لگے تھے۔مفید جدید افکار اور تہذیبی اطوار سے بھی گریزاں تھے اور سائنسی علوم اور جدید ایجادات و وسائل سے بھی خوف زدہ تھے اس لیے کہ وہ شکست خوردہ ذہن رکھتے تھے مگر جیسے ہی مریض کو سنبھالا دیا گیا، مصلحین وقت نے امت کو ہوش میں لاکر حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرلیا چنانچہ خوف اور ہچکچاہٹ کی کیفیت بھی ختم ہوگئی۔سائنسی علوم کو بھی قبول کرلیا گیا اور تجدید واجتہاد کا راستہ بھی اہل علم وتقوی کے لیے حسب معمول کھلا ہی رہا۔اسلام کا نہ تو سائنسی علوم سے کوئی تصادم ہے اور نہ وہ انسانی فکر وتہذیب کی ترقی کا مخالف ہے بلکہ اسلام تو جہاں علم وسائنس کی راہوں پر گامزن ہونے کی پرزور دعوت وتلقین کا علمبردار ہے وہاں اس اندھی اور جامد تقلید کا بھی مخالف ہے جس کا اللہ کے پیغام اور حجت ودلیل کے ساتھ کوئی واسطہ نہ ہو اور جو انسانوں سے فکر وتدبر اور غور وخوض کی قوتیں سلب کرلینے کی قائل ہو۔قرآن مجید انفس وآفاق میں فکر وتدبر کی دعوت دیتا ہے۔اہل عقل واولی الالباب کو جھنجھوڑتا ہے اور فکر وبصیرت سے اعراض کرنے والوں سے کہتا ہے: افلا یتدبرو القرآن ام علی قلوب اقفالها : کیا یہ قرآن میں فکر وتدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں؟ رسول

ماجاز لعذر بطل بزواله ☆ جس کا استعمال عذر کی وجہ سے جائز ہو عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہوجائے گا۔

اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: الحکمة ضالة المؤمن اینما وجدها اخذها او کما قال صلی اللہ علیه وسلم: کہ حکمت ودانش تو مومن کی گم گشتہ میراث ہے۔ اسے جہاں ملے گی لے لے گا۔ مگر سب سے پہلے سوچنے کی بات یہ ہے کہ کوئی بات حکمت ودانش ہے بھی یا نہیں یا محض فتنہ وفساد کو حکمت ودانش اور ہر پتھر کو موتی تصور کرلیا گیا ہے، جب یہ بات یقین کے ساتھ پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ فلاں بات حکمت اور موتی ہے تو پھر مسلمان اسے قبول کرنے میں کبھی پس وپیش نہیں کرے گا۔ اس حقیقت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ روم اور یونان کے تہ خانوں میں مقفل ومقید سائنسی علوم کو رہائی دلانے اور محفوظ کرکے ترقی دینے والے مسلمان ہی تھے، اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی ہے کہ اسلام کی تاریخ میں کبھی بھی سائنسی تحقیق کی مخالفت نہیں کی گئی بلکہ عہد نبوت سے لے کر بعد کے تمام ادوار میں سائنسی علوم کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی گئی ہے، کسی عہد میں مسلمانوں نے کسی مفکر یا سائنس دان کو محض اس لیے سولی پر نہیں چڑھایا کہ وہ سائنسی ترقی نئے نئے سائنسی تجربات وایجادات یا نظریات کی تخلیق میں لگا ہوا ہے۔ اسلام نے رہن سہن کے سادہ اور فطری آداب پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی نہ اسلام نے مسلمانوں کو کسی ایک مخصوص لباس کا پابند بنایا ہے۔ آب وہوا اور مقامی ضرورت کے مطابق ہر خطے کے مسلمانوں کو اپنا مناسب لباس اپنانے کی اجازت ہے۔ آج بھی بین الاقوامی اسلامی اجتماعات میں لباس کا تنوع واختلاف اسلام کی اس وسعت نظر کا غماز نظر آتا ہے تاہم اسلام اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ محض فیشن پرستی کو روشن خیالی کا نام دے دیا جائے یا ایک مخصوص وضع قطع اور لباس کو سائنس دان ہونے کی علامت تصور کرلیا جائے اور حقائق دین یا مکارم اخلاق کی تضحیک وتمسخر اڑانے کو سائنس کی معراج سمجھ لیا جائے۔ کوٹ پتلون اور نکٹائی کا روشن خیالی یا سائنس سے کوئی تعلق نہیں اس طرح شلوار قمیض یا اسلامی وضع قطع دیکھ کر سائنسی لیبارٹری کرنٹ کبھی نہیں مارے گی۔ بات صرف اتنی ہے کہ اگر آپ کائنات کی گہرائیوں میں اتر کر اسرار وحقائق کا انکشاف کرتے ہیں یا سمندروں اور پہاڑوں کا سینہ چیر کر انسانیت کی بھلائی اور سربلندی کا سامان کرتے ہیں تو آپ صاحب کرامات مرد مومن ہیں اور سائنس کے میدان میں مجتہد ہیں۔ اس اجتہاد سے نہ اسلام نے آپ کو روکا ہے نہ کوئی آپ کو روک سکے گا۔ اجتہاد کے ضمن میں تیسری غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ شاید آزادانہ اجتہاد کی حدود اتنی وسیع ہیں کہ تمام مسلمات شریعت بھی اس کی زد سے باہر نہیں۔ کتاب وسنت کی واضح نصوص قطعیہ کی بنیاد پر ثابت شدہ شرعی احکام جو چودہ صدیوں سے تواتر وتسلسل کے ساتھ تمام امت کا متفقہ معمول چلے

آتے ہیں مگر آج کی چشم کج نگاہ اور پست ہمت دلوں کو فرسودہ یا مشکل نظر آتے ہیں ان میں ہیر پھیر یا بنیادی تبدیلی کے لئے اجتہادی قوتیں صرف کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ سرمایہ پرست ذہنیت اور سود خور صہیونیت نے سودی نظام معیشت کا جو ہولناک بین الاقوامی جال پھیلا رکھا ہے اس میں الجھی ہوئی دکھی اور مجبور ومقہور انسانیت کو نجات دلانے اور نکالنے کے بجائے اسے اس میں کراہتے اور تڑپتے رہنے کا فتویٰ دے دیا جائے اور ناموں کے ہیر پھیر سے سود کو حلال قرار دے دیا جائے یا مثلاً نئی تہذیب کے نتیجے میں اختلاط مرد وزن، عریانی، بے راہ روی اور فحاشی کے جس سیلاب بلانے انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اس کا رخ موڑنے اور اسے بے اثر کرکے پاکیزگی وطہارت کا حامل پرسکون معاشرہ تشکیل دینے کی کوشش کے بجائے آزادی نسواں کے خوشنما نام پر کوئی روشن دماغ مجتہد فتویٰ صادر فرمادے کہ بندگان خدا کو اس کی غلاظت وعفونت کی دلدل میں پھنسا رہنے دو اور سب کو اس کی ہلاکت وتباہی کی نذر ہونے دو یا مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر شعائر اسلامی کو کوئی ایسا رنگ دیا جائے یا کوئی ایسی توجیہ نکالی جائے جس سے نام نہاد روشن زمانے کی ترقی معکوس کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے کی اخلاقی اقدار، ثقافتی روایات اور معاشرتی آداب کا بھی دیوالہ نکل جائے اور مسلمان بھی لولی لنگڑی مادیت کے ستائے ہوئے انسانوں کا ہمسر وہم رنگ بلکہ ہم پیالہ وہم نوالہ بن جائے۔ یہ تو بالکل درست اور مسلم ہے کہ اسلام میں اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کی طرح آج بھی کھلا ہے۔

گزشتہ چودہ صدیوں کے دوران مخالفت کے باوجود اجتہاد کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا۔ کسی نہ کسی سطح پر اجتہاد مسلسل جاری رہا ہے، کبھی اجتہاد مطلق کے درجے ہیں، کبھی اجتہاد جزئی کی شکل میں اور کبھی اخذ و استنباط کی بنیاد پر فتاویٰ جاری کرنے کی صورت میں اسلامی اجتہاد کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے الجھاد ماض الی یوم القیامۃ کہ جہاد تو قیامت تک جاری رہے گا تو جس طرح قیامت تک مرد مومن کا جہاد جاری ہے اسی طرح امت میں اجتہاد بھی جاری ہے اور جاری رہے گا۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح جہاد کے لیے کچھ تربیت اور اسلحہ درکار ہوتا ہے۔ اسی طرح اجتہاد کے لئے بھی بعض شرائط اور آداب ہونے چاہئیں جن کا جاننا اور ان سے متصف ہونا لازم ٹھہرے۔ اس میں شک نہیں کہ اجتہاد کا دروازہ آج بھی ہمیشہ کی طرح کھلا ہے جس سے ہر وہ شخص داخل ہوسکتا ہے جو اس کا اہل اور حقدار ہو مگر یہ بات کسی کو زیب نہیں دیتی کہ وہ اس دروازے سے ننگے سر، ننگے پاؤں اور میلے کچیلے لباس کے ساتھ ہی گھسا چلا آئے اور اجتہاد کی سعی نامشکور فرمانے لگے۔ وہ

اجتہاد کے آداب اور شرائط سے آگاہ ہو یا نہ ہو، اس کا مبلغ علم خواہ کچھ ہی ہو، وہ کلمہ طیبہ اور بسملہ کا بھی صحیح تلفظ اور املاء جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ شریعت کے مآخذ سے آزادانہ استفادہ کرنے کے قابل ہو یا نہ ہو لیکن آزادانہ اجتہاد کرنے کے لئے ضرور تیار ہو۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ مآخذ شرع کی روشنی میں اجتہاد کرنے والا مطلوب نہیں بلکہ نیا اسلام گھڑنے والا آزاد خیال مجتہد مطلوب ہے۔ دوسرے لفظوں میں شریعت پر عمل کی راہ ہموار کرنے والا مجتہد درکار نہیں بلکہ اس کے بجائے اسلام کو بدلنے والے ملحد کی تلاش ہے۔ حالانکہ اسلامی دنیا عصر حاضر کے ملحد کی متحمل نہیں ہوسکتی اسے تو مجتہد کی ضرورت ہوسکتی ہے، ایک ایسا مجتہد جو اسلامی شریعت کی صلاحیت، برتری اور حقانیت ثابت کرسکے جو مسلمانوں کی ذہنیت بدل کر رکھ دے، سوچ کے دھارے بدل دے، اسلام کی کامیابی کی راہیں روشن کردے اور اسلام کو بدلنے کے بجائے مسلمانوں کو بدلے۔ یہ امت ایک مجتہد سے زیادہ ایک مجدد کی محتاج ہے جو قلب مومن کو ایمان وایقان میں پختہ تر کرسکے۔ ہماری اصل مشکل اجتہاد نہیں تجدید ہے۔ رہا اجتہاد واستنباط تو وہ تو امت میں کبھی بند نہیں ہوا۔ مجتہد سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہوسکتا جو کتاب وسنت کی روشنی میں امت کو درپیش نئے مسائل کا حل پیش کرتے رہے ہیں۔ لیکن آزادانہ اجتہاد سے کتاب وسنت کے احکام کو بدلنے یا تحریف کرنے والے کی گنجائش نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے امت مسلمہ سے باہر کی دنیا وسیع ہے وہاں اپنی جولانیاں دکھاسکتے ہیں۔ اسلام میں تو اس تحریف وتلبیس کو نہ کبھی برداشت کیا گیا ہے اور نہ کیا جائے گا۔ نصوص شرعیہ سے آزاد ہوکر محض ذاتی رائے سے حلال کو حرام، حرام کو حلال یا خوب وناخوب کا فتوی دینا ہوس پرستی اور اسلام دشمنی تو ہوسکتی ہے اسلامی اجتہاد ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ہوسکتا ہے مجھے بھی رجعت پسندی یا متشددانہ مؤقف رکھنے والے کے القاب سے نوازا جائے لیکن مجھے اس کی پروا نہیں۔ مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ جو کچھ اللہ نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا یا جو کچھ زبان رسالت سے ادا ہوا اس کی حکمت واہمیت کور چشموں کو سمجھ آئے یا نہ آئے۔ آج نہیں تو کل ضروران کی عقل کے تالے کھل جائیں گے اور وہ احکام قرآن کو اجتہاد سے بدلنے پر نادم اور شرمندہ ہوں گے۔ جب ان پر حقیقت منکشف ہوگی تو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہیں گے۔ صرف ایک مثال پیش کرکے آگے بڑھنے کی اجازت چاہوں گا۔ قرآن کریم نے سودخوری کو استحصال واستغلال کی بدترین صورت اور لعنت ونحوست کی قبیح ترین علامت کے طور پر بڑی شدت کے ساتھ حرام قرار دیا مگر صہیونیت وزر پرستی کے پھیلائے ہوئے جال کا معاشی نظام جب ساری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تو آزادانہ

☆ الضرر یزال ☆ ضرر (نقصان) کا ازالہ کیا جائے گا ☆

اجتہاد کے داعی دانشور سود کو مختلف ناموں اور تاویلوں سے حلال قرار دینے پر تل گئے مگر جب کارل مارکس اور اس کی معنوی اولاد نے بھی سودخوری کو انسانی معاشرے کی پیشانی کا بدنما داغ قرار دے دیا تو وہ کمیونزم کے اس تصور پر عش عش کر اٹھے حالانکہ اللہ کی کتاب نے سود کو حرام، خدا کی لعنت اور شیطانی نشہ قرار دیا تو اسے دقیانوسی خیال تصور کرتے ہوئے آزادانہ اجتہاد سے بدلنے کے لئے بے قرار تھے۔اس لئے میری گزارش اتنی ہے کہ باقی احکام قرآنی ونبوی کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے اور آزادانہ اجتہاد سے انہیں بدلنے والوں کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔اس سلسلے کی چوتھی غلط فہمی یہ محسوس ہوتی ہے کہ شاید اسلامی معاشرے کا ہر فرد بلا قید وتخصیص ہر ایک معاملے میں اجتہاد کا حق رکھتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پہلی تین غلط فہمیوں کے ازالے کے سلسلے میں جو گذارشات پیش کی چکی ہیں وہ کافی ہیں البتہ ضمنی طور پر اس آخری اور چوتھی غلط فہمی کے ازالے کے سلسلے میں بھی کچھ اشارات ضروری ہیں۔

تاہم اس مقالے کا بنیادی مقصد اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ فقہ اسلامی کے نازک ترین بلکہ مشکل ترین میدان اجتہاد میں داخل ہونے کے لئے کچھ اوصاف وآداب اور کچھ شرائط موجود ہیں۔ ہر فرد امت کے لئے اس میدان میں قدم رکھنا نہ تو آسان ہے اور نہ یہ ممکن وضروری ہے کیونکہ قرآن مجید جس طرح اسلامی معاشرے میں اصلاح وتبلیغ کے لئے ایک جماعت کی تیاری کا حکم دیتا ہے اسی طرح تفقہ فی الدین کے لئے بھی ایک گروہ کی تیاری کا فرمان موجود ہے: **فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون:** یعنی اگر ایسے ہوتا کہ ہر معاشرہ اہل اسلام میں سے ایک گروہ ایسا ہوتا جو تفقہ فی الدین کی صلاحیت پیدا کرتا اور پھر واپس جا کر اپنی قوم کو ڈراتا تا کہ وہ احتیاط سے کام کر سکیں۔

مجتہد کے اوصاف وآداب اور شرائط سے بحث کا آغاز کرنے سے پہلے مختصراً اس بات کی طرف اشارہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصول فقہ کی رو سے تین مقامات ایسے ہیں جہاں اجتہاد ممکن نہیں گویا وہ محل اجتہاد ہی نہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ ایسے واقعات واحوال جن کے متعلق کتاب وسنت میں قطعی اور واضح احکام موجود ہیں جیسے سود کی حرمت، محرمات سے نکاح کی ممانعت وغیرہ۔

۲۔ ایسے واقعات واحوال جن کے متعلق قطعی احکام قرآنی موجود ہیں مگر ان کی تفسیر وتوضیح سنت سے ہوگئی ہے جیسے نماز پنجگانہ اور مناسک حج وغیرہ۔

☆ ماحرم اخذه حرم اعطاؤه ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔☆

۳۔ ایسی عقوبات وسزائیں جنہیں حدود اللہ کہا گیا ہے اور ان کے متعلق کتاب اللہ میں واضح وقطعی احکام موجود ہیں۔ جیسے حد قذف، حد زنا اور حد سرقہ وغیرہ۔

چار مقامات ایسے ہیں جہاں اجتہاد ممکن ہے گویا وہ محل اجتہاد ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ ایسے احوال وواقعات جن کے متعلق کتاب اللہ اور سنت متواترہ میں کوئی واضح اور قطعی حکم سرے سے ہے ہی نہیں۔

۲۔ ایسے واقعات واحوال جن کے متعلق ایسی احادیث ملتی ہیں جو قطعی الثبوت تو ہیں مگر واضح الدلالہ نہیں۔

۳۔ ایسے واقعات واحوال جن کے متعلق ایسی احادیث ملتی ہیں جو واضح الدلالۃ تو ہیں مگر قطعی الثبوت نہیں۔

۴۔ ایسے واقعات واحوال جن کے متعلق وارد ہونے والی حدیثیں نہ تو قطعی الثبوت ہیں اور نہ واضح الدلالہ ہیں۔ متقدمین اور متاخرین ماہرین اصول فقہ نے مجتہد کے لئے جن اوصاف وشرائط سے متصف ہونا لازمی ٹھہرایا ہے وہ مقصد اور مآل کے نقطۂ نظر سے متفق ہیں۔ اگرچہ اجمال اور تفصیل کا اختلاف ممکن ہے۔ متقدمین اکثر ان اوصاف وشرائط پر اجمالی نظر ڈالتے رہے ہیں۔ جبکہ متاخرین علمائے اصول فقہ نے ان پر تفصیلی انداز میں نظر ڈالی ہے۔ متقدمین میں امام غزالی، الآمدی اور ابن حزم ظاہری کو علم اصول فقہ میں امامت اور قیادت حاصل ہے۔

امام غزالی نے مجتہد کے لئے اجمالی طور پر دو شرائط بیان کی ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ مجتہد شریعت کے مآخذ ومدارک کا مکمل احاطہ واستیعاب رکھتا ہو اور اس قابل ہو کہ غور وفکر سے ظنی دلائل کی بنیاد پر مسائل کا حل نکال سکے۔ ساتھ ہی اہمیت کے لحاظ سے جو بات مقدم ہونے کا حق رکھتی ہے اسے مقدم اور جو مؤخر ہونے کا حق رکھتی ہے اسے مؤخر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ وصف عدالت سے متصف ہو۔ اور ان گناہوں سے اجتناب کرتا ہو جو وصف عدالت کے لئے نقص وعیب کا باعث ہوتے ہیں تاہم امام غزالی یہ صراحت بھی کرتے ہیں کہ وصف عدالت سے متصف ہونا قبول فتوی اور عامۃ المسلمین کے اعتماد کے لیے شرط ہے۔ مجتہد کے اجتہاد کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔ ان دو اجمالی شرائط کے ذکر کے بعد امام غزالی

نے پہلی شرط کے اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مدارک ومآخذ شریعت کی معرفت کے لئے آٹھ علوم کو بنیادی وسیلہ قرار دیا ہے (جو شریعت کے مآخذ اربعہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس (جسے غزالی نے لفظ عقل سے تعبیر کیا ہے) کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ان علوم میں سے دو کو مقدمہ یا تمہیدی علوم کی حیثیت حاصل ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ دلائل قائم کرنے کا علم یعنی شرعی مسائل کے حل میں کن دلائل سے کس طرح کام لیا جائے گا وہ ان دلائل کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں۔عقلی، شرعی اور وضعی۔

۲۔ دوسرا تمہیدی علم ہے معرفت زبان عربی اور اس کے اصول وقواعد، مذکورہ آٹھ علوم میں سے دو کو اختتامی یا تکمیلی علوم کا درجہ حاصل ہے جن میں سے ایک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ناسخ ومنسوخ کا علم ہے۔یہ علم مجتہد کے لئے بے حد ضروری ہے کیوں کہ جب تک تقدیم وتاخیر کا علم نہ ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ کونسا حکم ناسخ ہے اور کونسا منسوخ، اس وقت تک مجتہد کے لئے کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا ممکن نہیں۔دوسرا تکمیلی علم سنت رسول اللہ ﷺ کی روایات کے متون واسناد کی صحیح معرفت ہے جس کے ذریعہ مقبول ومردود اور فاسد وصحیح میں تمیز کرنا ممکن ہوسکتا ہے۔جو چار علوم وسائط کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ ذات وصفات باری تعالی کا علم معرفت۔

۲۔ کائنات کی حقیقت کا علم یعنی یہ کہ یہ کائنات نو پید ہے اور ایک خالق کی تخلیق کا اعجاز ہے۔

۳۔ معرفت صداقت رسول اللہ ﷺ

۴۔ طرق کلام کا علم۔

مآخذ شریعت کی معرفت کے لئے امام غزالی یہ کافی سمجھتے ہیں کہ مجتہد کو کتاب اللہ کی وہ پانچ سو آیات معلوم ہوں جو احکام شریعت کے متعلق ہیں۔سنت رسول اللہ ﷺ کے ضمن میں بھی احکام سے متعلق احادیث کا ازبر ہونا ضروری نہیں بلکہ اتنا معلوم ہونا کافی ہے کہ فلاں مسئلے کے متعلق فلاں مقام پر حدیث نبوی موجود ہے۔البتہ یہ ضروری ہے کہ مجتہد کے پاس احکام سے متعلق احادیث کا ایک صحیح مرتب مجموعہ موجود ہو، مجتہد کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون کون سے مسائل ہیں جن پر اجماع ہوچکا ہے تاکہ اپنے اجتہاد میں اجماع کی مخالفت کا مرتکب نہ ہو۔ابن حزم الظاہری نے مجتہد کی اقسام اور درجات سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عنداللہ اجتہاد کرنے والا دو حیثیتوں میں سے ایک حیثیت

کا مالک ضرور ہوگا یا تو وہ صحت وصواب کا مالک ہوگا اور مصیب کہلائے گا اور یا غلطی وخطاء کا حامل ہوگا اور مخطئی کہلائے گا یعنی خطاوار، البتہ مآل کے لحاظ سے وہ خطاوار مجتہد کے دو درجے بتاتا ہے ایک ایسا خطاکار جو عنداللہ معذور ہے۔ اجتہاد میں وہ نیک بخت ہوتا ہے خواہ اس کا اجتہاد غلط ہی ہو۔ دوسرا خطاکار مجتہد غیر معذور ہوتا ہے اور یہ وہ مجتہد ہے جو جانتے بوجھتے ہوئے غلطی کا ارتکاب کرتا ہے یعنی اس کی نیت ہی نیک نہیں ہوتی۔ اجر کے لحاظ سے بھی وہ مجتہد کی دو قسمیں بیان کرتا ہے۔ ایک ایسا مجتہد جو مصیب ہے اور اسے دوگنا اجر ملتا ہے، ایک اجتہاد کرنے کا دوسرا درستی اور صحت کا، دوسری قسم وہ مجتہد ہے جو خطاکار ہے مگر اجتہاد میں نیک نیت ہونے کے سبب صرف اجتہاد کرنے کا اجر پاتا ہے۔ ابن حزم اجتہاد کی اہمیت کے ضمن میں آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث نقل کرتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: "من اجتهد وا صاب فله اجران ومن اجتهد وا خطا فله اجر واحد" کہ جس نے اجتہاد کیا اور صحیح نتیجے پر پہنچا تو اسے دوگنا اجر ملے گا اور جس نے اجتہاد کیا اور غلطی کی تو اسے صرف ایک گونہ اجر ملے گا۔ یہاں سے ابن حزم ہر مسلمان کے لئے اجتہاد لازم ٹھہراتا ہے اور تقلید کرنے والوں کو گنہگار اور قابل مذمت قرار دیتا ہے۔ علامہ الآمدی نے بھی مجتہد کے لئے دو اجمالی شرائط بیان کی ہیں، پہلی شرط کا تعلق عقائد سے ہے جس میں وہ مجتہد کے لئے وجود باری تعالیٰ کا علم، اس کی صفات کمالیہ پر ایمان اور منصب رسالت کی تصدیق کو لازم ٹھہراتے ہیں۔ دوسری شرط کا تعلق مجتہد کے علم سے ہے، یعنی مجتہد کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ شریعت کے احکام، ان کی اقسام، دلائل اور مراتب وشروط سے آگاہ ہو، اسے تحصیل احکام کی کیفیت معلوم ہونی چاہیے۔ تحریر وتقریر کے ذریعے احکام پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دے سکے۔ راویان حدیث کی جرح وتعدیل سے واقف ہو صحیح وغیر صحیح حدیث میں امتیاز کر سکے۔ اسباب نزول، ناسخ ومنسوخ اور عربی لغت ونحو کا عالم ہو۔ تاہم الآمدی کے نزدیک یہ شرائط اس مجتہد کے لئے ہیں جسے اصول فقہ میں مجتہد مطلق یا مجتہد کامل کہا جاتا ہے۔ امام غزالی کی طرح الآمدی بھی اجتہاد میں تجزی کا قائل ہے یعنی مجتہد کے لئے یہ لازم نہیں کہ وہ ہر مسئلے پر اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو بلکہ وہ شریعت کے خاص شعبے کے مسائل میں اجتہاد پر قادر ہو تب بھی کافی ہے مگر وہ مجتہد مطلق یا کامل نہیں کہلائے گا۔ بلکہ مجتہد جزئی کہلائے گا۔ متقدمین ومتاخرین اور جدید دور کے ماہرین اصول فقہ کے افکار کی روشنی میں مجتہد کے لئے جن اوصاف وآداب اور شروط ولوازمات سے متصف ہونا ضروری ہے ان کی مجموعی تعداد بارہ بنتی ہے۔ ان میں سے:

☆ التاسيس خير من التاكيد ☆ تاسیس تاکید کی نسبت بہتر ہوتی ہے ☆

پہلی شرط اسلام وایمان ہے گویا شریعت کے احکام میں اجتہاد کے لیے یہ لازمی شرط ہے کہ مجتہد دین اسلام پر ایمان کامل سے مزین ہو،

دوسری شرط عدالت وتقوی ہے مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان عیوب ونقائص سے بری ہو جو وصف عدالت اور تقوی کے لیے نقصان دہ ہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ مجتہد عربی زبان کا عالم ہو، تا کہ قرآن وحدیث کی شرعی نصوص کا صحیح ادراک کر سکے۔عربی زبان وادب اور اسلوب بیان پر گہری نظر کے علاوہ اسرار بلاغت سے بھی پوری طرح واقف ہو تاہم اس میں یہ لازم نہیں کہ وہ عربی زبان کی مہارت کے سلسلے میں سیبویہ اور خلیل کے درجے کا امام لغت ونحو ہو بلکہ بقدر ضرورت اتنا معلوم ہو کہ کلام عرب میں اسلوب تخاطب اور انداز بیان کن کن معانی اور الوان کا حامل ہو سکتا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہو، اس کے لغوی معنی اور شرعی مفہوم سے آگاہ ہو۔امام شافعی کے نزدیک تو مجتہد کو تمام قرآن حفظ ہونا چاہیے۔لیکن اکثریت کی رائے یہ ہے کہ صرف اتنا کافی ہے کہ احکام شریعت سے متعلق پانچ سو آیات کا علم رکھتا ہو۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مجتہد کو سنت رسول اللہ ﷺ کی معرفت حاصل ہو۔ان قولی، فعلی اور تقریری احادیث کا علم رکھتا ہو جن میں شریعت کے احکام وارد ہوئے ہیں۔ان احادیث کے معانی ومقاصد سے پوری طرح آگاہ اسناد ومتون کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھتا ہو، اس کے پاس احکام سے متعلق احادیث کا صحیح مجموعہ موجود ہونا چاہیے مثلاً صحاح ستہ کے علاوہ معانی الآثار للطحاوی اور منتقی الاخبار لابن تیمیہ کا موجود ہونا کافی ہے۔

مجتہد کے لئے چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ اجماع واختلاف کے مواقع سے آگاہ ہو مجتہد کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون کون سے مسائل ہیں جن میں سلف صالح کا اجماع ہو چکا ہے تا کہ اس اجماع کی مخالفت سے بچ سکے جیسے اصول فرائض، اصول وراثت اور محرمات وغیرہ کے بارے میں سلف صالح کا اجماع موجود ہے۔اس طرح مجتہد کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون سے مسائل ہیں جن میں سلف صالحین کا اختلاف تھا، امام شافعی اس اختلاف واجماع کی معرفت پر بہت زور دیتے ہیں۔اس موضوع پر علامہ ابن رشد کی بدایۃ المجتہد، ابن قدامہ کی کتاب المغنی اور امام ابن تیمیہ کے فتاوی بہت کار آمد معلومات کی حامل ہیں۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ مجتہد قیاس کے اصول سے پوری طرح آگاہ ہو، امام شافعی تو قیاس کو ہی اجتہاد کا نام دیتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں **الاجتهاد هو العلم باوجه القياس و طرائقه**: یعنی اجتہاد دراصل قیاس کی وجوہات اور طریقوں کے علم کا نام ہے۔ مشہور فقیہ علامہ الاسنوی قیاس کو قاعدۃ الاجتہاد اور الموصل الی التفاصیل قرار دیتے ہیں۔ اس کے لیے لازم ہے کہ مجتہد واقعات ومعاملات زندگی کے علم کے علاوہ مندرجہ ذیل باتوں کا بھی علم رکھتا ہو۔ اسے:۔

۱۔ ان علل واسباب کا علم ہو جو نصوص شرعیہ کے لیے حکمت اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

۲۔ قیاس کے تمام قوانین وضوابط کی معرفت حاصل ہو۔

۳۔ یہ بھی علم رکھتا ہو کہ کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہونے کی صورت میں سلف صالح کا طریقہ اجتہاد کیا تھا۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ مجتہد احکام شریعت کے مقاصد اور حکمتوں سے واقف ہو مثلاً یہ علم ہو کہ شریعت کی حکمت یہ ہے کہ انسانیت کی مصلحت ملحوظ ہو اور رحمت وسہولت سے کام لیا جائے۔ اسلامی شریعت میں حرج اور تنگی نہیں ہے۔ امام شاطبی نے مقاصد شرع کو سمجھنے پر بہت زور دیا ہے وہ کہتے ہیں: **فهم مقاصد الشرع هو العلم الذی يبنى عليه الاجتهاد** کہ مقاصد شریعت کا فہم وہ علم ہے جس پر اجتہاد کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اجتہاد کی دو بنیادیں تسلیم کرتے ہیں ایک فہم مقاصد شرع اور دوسرے احکام کے استنباط کی قدرت حاصل ہونا۔

مجتہد کے لیے نویں شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتا ہو، یہ بہت ہی ضروری شرط ہے کیوں کہ منسوخ آیات واحادیث اجتہاد کی بنیاد ہی نہیں بن سکتیں۔

دسویں شرط یہ ہے کہ اجتہاد کرنے والا فن اصول فقہ کا بھی کامل علم رکھتا ہو۔ کیوں کہ احکام سمجھنے اور استنباط کرنے کے لیے علم اصول فقہ بیحد مفید ہے۔

گیارہویں شرط کو صحت فہم اور حسن اندازہ کا نام دیا گیا ہے صحیح بات کو صحیح اور غلط کو غلط سمجھنا کھرے اور کھوٹے کا بخوبی اندازہ کرنا ایسے اوصاف ہیں جو مجتہد کو درست نتائج تک پہنچنے میں بہت مدد دیتے ہیں۔

بارہویں شرط کو صحت نیت اور سلامت اعتقاد کا نام دیا جاتا ہے۔ نیت کی درستی پر ہر کام کا دارومدار ہوتا ہے، عقیدے کی درستی بھی حکمت ونور کا وسیلہ ہے۔ ٹیڑھی نیت سے نتائج بھی ٹیڑھے نکلتے ہیں اور انسان کی سوچ بھی ٹیڑھی ہوتی ہے۔ عقیدہ فاسد ہو تو اخلاص مفقود ہو جاتا ہے اس لیے اجتہاد کرنے والا درست نتائج تک نہیں پہنچ سکتا۔

☆ درء المفاسد اولی من جلب المصالح ☆